بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

جس جانور کے دانت بالکل پیدا ہی نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جواز کے قائل ہیں، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں، مفتی بہ قول کیا ہے؟

سائل: افتخار احمد

0301-7878112

دار الافتاء
۳۳/۱۴۷۷

الجواب باسم الملک الوھاب

جس جانور کے دانت بالکل پیدا ہی نہ ہوئے ہوں اور وہ چارہ کھا سکتا ہو تو عام کتب فقہ وفتاویٰ میں اس کی قربانی کو جائز لکھا ہے جیسا کہ درمختار کی درج ذیل عبارت سے واضح ہے:

فی الدر المختار: (ج٦ ص٣٢٧ ط بیروت)

ولا بالهتماء التی لا اسنان لها۔

وفی البزازیة علی هامش الهندیة:

(ج٦ ص٢٩٣ ط کوئٹہ) خمسة عشر من الآفات لا تمنع منها عدم الاسنان لو تعتلف، وعن الثانی رحمه الله تعالی المنع مطلقاً۔

وفی الخانیة علی هامش الهندیة:

(ج٣ ص٣٥٣ ط کوئٹہ) والتی لا اسنان لها وهی تعتلف او لا تعتلف لا تجوز۔

وفی المحیط البرهانی (ج٨، ص٤٦٦ ط کراچی) واما الهتماء التی لا اسنان لها فقد روی هشام عن ابی یوسف انه لا تجوز سواء کانت تعتلف او لا تعتلف۔

انہی حوالوں کی بنیاد پر فقہ وفتاویٰ کی بعض اور کتب میں بھی اس کی قربانی کو ناجائز لکھا ہے

Scanned by CamScanner

چنانچہ "بہشتی زیور" (حصہ سوم ص ۴۰ ط کتب خانہ جمیلی) میں تصریح ہے کہ: "جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں"۔

اور "بارہ مہینوں کے فضائل و احکام" (ص ۲۴۷ ط ادارہ اسلامیات) میں ہے کہ: "جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے"۔

لیکن "بدائع الصنائع" اور "البحر الرائق" وغیرہ کتب فتاویٰ میں ~~ایسے~~ جانور کی قربانی کا جواز منقول ہے اور "فتاویٰ ہندیہ" میں اس قول کو "محیط سرخسی" کے حوالہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ نیز شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ نے بھی "اعلاء السنن" میں ایسے جانور کی قربانی کے جواز کو راجح قرار دیا ہے۔ ان کتب کی عبارات درج ذیل ہیں:

اگر ایسا جانور آسانی سے چارہ کھا سکتا ہو (اور صحتمند ہو) تو اس

وفي الهندية: (ج ۵ ص ۲۹۸ ط كوئٹہ)

وأما الهتماء التي لا أسنان لها فإن كانت ترعى وتعتلف جازت وإلا فلا۔ كذا في البدائع وهو الصحيح كذا في محيط السرخسي۔

وفي البحر الرائق: (ج ۸ ص ۳۲۳ ط كوئٹہ)

ولا تجوز الهتماء التي لا أسنان لها إن كانت لا تعتلف وإن كانت تعتلف جاز هو الصحيح۔

وفي الفتاوى السراجية: (ص ۳۱۳ كراچي)

ولا بالهتماء التي لا أسنان لها إلا إذا كانت تعتلف من الأعلاف۔

وفي الشلبي على الزيلعي (ج ۶ ص ۶ ط بيروت)

(قوله والهتماء لا تجزئ) وهي التي لا أسنان لها أي سواء اعتلفت أو لم تعتلف لأن الأسنان بمنزلة الأذنين على ما ذكرنا وفي رواية تجزئ إذا كانت تعتلف وهو الأصح لأنها حينئذ صارت بمنزلة الصحيحة كذا في مناسك الكرماني وفي المجمع ويضحي بالجماء والخصي والثولاء والهتماء التي تعتلف اهـ۔

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

وفي الاعلاء (ج ١٧ ص ٢٥٦ ط كراچی) اقول

جواز التضحية بها هو ما ذهب اليه ابوحنيفة.......

وحاصله ان الهتماء تجوز عند ابی حنيفة اذا كانت

تعتلف ولا تجوز عند ابی یوسف مطلقاً.......

...... وقال في الدر المختار ولا بالهتماء الذي

لا اسنان لها ويكفى بقاء الاكثر وقيل ما تعتلف به

هو ما قاله وإن تان حكاهما في الهداية عن

الثاني وجزم في الخانية بالثانية وقال قبله والتي

لا اسنان لها وهی تعتلف او لا تعتلف لا تجوز - انتهى -

ويظهر من هذا الكلام ان هؤلاء الاعلام لم

يطلعوا على مذهب الامام في الهتماء والزهماء

وظنوا مذهب ابی یوسف مذهب الامام كما لا يخفى

وقد بينا لك ان مذهبه هو جواز الهتماء

اذا كانت تعتلف وهو الذی اعتمده في البدائع وهو

الارجح من حيث القياس لان الاسنان ليست من

الاعضاء المقصودة بل انما هی مقصودة بالاعتلاف

فاذا حصل هذا المقصود فلا عبرة ببقائها وسقوطها

ويرد على ما في الخانية انه اعتبر الاسنان من الاعضاء

المقصودة فينبغی ان يعتبر بقاء الاكثر كالاذن والذنب

وان اعتبرها من الاعضاء المقصودة فما الوجه في قوله

بعدم الهتماء التی لا اسنان لها سواء كانت تعتلف ام لا -

فان قلت يرد عليكم القرن لانه ليس عندكم

من الاعضاء المقصودة وقد شرطتم بقاء اصله؟ قلنا: نعم

ولكن شرطنا ذلك بالاثر عند من عند البيهقی الذی قال

فيه: انه صلى الله عليه وسلم نهى عن مستأصلة القرن

Scanned by CamScanner

لا بالقياس، وإن كنتم قستم الأسنان على القرن كان
ينبغي لكم القول بكفاية واحد منها ولا معنى لاعتبار بقاء
قدر ما تعتلف به بالجملة فلم يظهر لي وجه ما اختاره في
التنوير والخانية۔

والأرجح عندي ما اختاره في البدائع من قول
أبي حنيفة والله أعلم۔

.... وتبين بذلك أن
مذهب الإمام في الهتماء والثرماء ليس
جوازهما مطلقاً، بل فيهما عنه روايتان: في رواية
اعتبر الاعتلاف، وفي أخرى قلة الذاهب
وكثرته، وظهر بذلك أن مشائخ المذهب قد اطلعوا على
مذهب الإمام ولم يجعلوا مذهب أبي يوسف مذهباً له
خلاف ما ظنه بعض الأصحاب۔

نوٹ: واضح رہے کہ "امداد الاحکام" (ج ۴ ص ۲۸۱ ط مکتبہ دارالعلوم کراچی) میں خود حضرت علامہ عثمانی قدس سرہ کا فتویٰ اس بارے میں عدم جواز کا ہے مگر یہ فتویٰ ۲۴ ذوالقعدہ ۱۳۴۵ھ ہجری کا لکھا ہوا ہے اور "اعلاء السنن" کی کتاب الاضحیۃ کی تالیف ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ میں مکمل ہوئی جیسا کہ "اعلاء السنن" (ج ۱۷ ص ۲۸۹) دیکھنے سے واضح ہے اس سے معلوم ہوا کہ "اعلاء السنن" کی تحقیق "امداد الاحکام" سے تقریباً دس سال بعد کی ہے اور "اعلاء السنن" میں حضرت علامہ عثمانی قدس سرہ نے تصریح کی ہے کہ میرے نزدیک راجح جواز ہے حیث قال: والأرجح عندي ما اختاره في البدائع من قول أبي حنيفة والله أعلم۔

دار الافتاء
۳۳/۱۴۷۷
۱۶/۱۱/۳۳ھ
۱۰/۱۲/۲۰۱۲

فقط واللہ اعلم
کتبہ عبدالناصر ترمذی
متعلم جامعہ حقانیہ ساہیوال
۱۹/۱۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
۱۵-۱۱-۱۴۳۳ھ

مفتی
دار العلوم کراچی

Scanned by CamScanner

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جس جانور کے دانت پیدا ہی نہ ہوئے ہوں اور وہ چارہ کھا سکتا ہو اس کی قربانی کے جواز وعدم جواز کے متعلق تفصیلی تحقیق اس تحریر میں لکھ دی گئی ہے، عام کتب فقہ میں اگرچہ عدم جواز لکھا ہے لیکن راجح قول جواز ہی کا معلوم ہوتا ہے کما یدل علیہ کلام الشیخ العلامۃ ظفر احمد العثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ، ویظہر ایضاً من عبارۃ البحر والہندیۃ والبدائع، وصححہ العلامۃ السرخسی فی المحیط فالراجح الجواز لان المدار علی الاعتلاف لکن الافضل ان لا یضحی الہتماء للاحتیاط والاختلاف نعم لو ضحی صح ولا اعادۃ علیہ لانہ اتی بالراجح ہذا ما عندی ولعل عند غیری احسن من ہذا وبعد ہذا فالتحقیق صحیح والمجیب نجیح۔

کتبہ الاحقر عبد القدوس الترمذی غفرلہ

خادم الافتاء بالجامعۃ الحقانیۃ ساہیوال سرگودھا

۲۴/۱۱/۱۴۳۰ھ یوم الجمعۃ

۲۳/۱۴۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز مکرم مولانا عبدالناصر تیرہندی سلمہ کا تحریر کردہ فتویٰ احقر نے پڑھا ۔ علامہ کاسانیؒ، علامہ ابن نجیمؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہم ورحمہم اللہ تعالیٰ کی اعلاء السنن میں ذکر کردہ تحقیق راجح معلوم ہوتی ہے کہ اگر ہتماء (وہ جانور جسے پیدائشی دانت نہ ہوں) اور ثرماء (جسے دانت ٹوٹ گئے ہوں) بآسانی چارہ کھا سکتا ہو (اور صحتمند ہو یعنی عام تندرست جانوروں کی طرح کا ہو) تو امام اعظمؒ کے نزدیک اسکی قربانی درست ہے ۔ اور یہی صحیح اور راجح ہے کیونکہ عیب کی علت اس حکم میں منتفی ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمود اشرف غفر اللہ
۱۱ ؍ شوال ۱۴۴۳ھ
۳۰ ؍ اگست ۲۰۲۲ء

۳۳/۱۴۷۷